

حال ساری

ہما قریشی

دل میں شکایتیں نہیں، لب پہ فغاں نہیں
جیسے اب اہل دل کا کوئی راز داں نہیں
بے اعتنائی سے مجھے صرف نظر نہ کر
منزل نما ہوں، گردِ رہ کارواں نہیں

ظواف کر رہی تھیں۔ اچانک خود پر کسی کی نظروں کی چشم محسوس
کرتی وہ چونکی اور سر اٹھا کر مخالف سمت میں ڈیک پر کہنی رکھ کر
کھڑے شخص کو دیکھا۔ اس کی پیشانی پر بل نمودار ہوئے۔ یہ
وہاج کی رعب دار پر سنیلٹی کا رعب تھا یا پھر اس کی پرکشش
شخصیت، لحظہ بھر کو وہ مجھند سی ہوئی تھی۔

”ہیلو مسٹر..... کوئی کام تھا آپ کو؟“ اس نے خود بر قابو
پاتے ہوئے پوچھا اور پھر وہ ایک سینٹین اٹھاتی انٹرویو کی کال پر
سامنے کی لائن میں بیٹھی لڑکی کو باس کے آفس میں جانے کا
پیغام دیتی وہ اس کے قریب آ گئی۔

وہاج اپنے خیالوں میں اس قدر مجھوتا کہ اسے پتا ہی نہیں
چلا اور وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

”جی فرمائیے آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟“ اس نے حیرت
سے پوچھا۔

”آپ نکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہیں مسٹر، کیا کبھی کسی لڑکی
کو کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا آپ نے؟“ وہ تیز لہجے میں
بولی۔

”دیکھی ہے مگر آپ جیسی خوب صورت نہیں۔“ وہاج نے
پر شوخ انداز میں کہا۔

”شٹ اپ.....“ الماس نے غصے سے کہا۔
”اوکے“ وہ تابعداری سے سر ہلا کر بولا۔ وہ اسے گھور کر
رہ گئی۔

آج بادل خوب جم کر برس رہے تھے۔ کھڑکی کے عین
سامنے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ہاتھ میں ایک بوسیدہ
اخبار تھا۔ بیٹھا شخص ایک عجیب ہی تکلیف سے دوچار ماضی
میں گم تھا۔

پلکوں پر شہری نمی اس کا واضح ثبوت تھی کہ وہ آج بھی اسی
اذیت اور تکلیف سے دوچار ہے جس سے وہ اس وحشت
ناک رات میں دوچار ہوا تھا۔ آج بھی موسم کے تیور بگڑے
ہوئے تھے۔ بادلوں کی ہولناک گرج چمک دکھا آمیز قلب پر
کاری ضربیں لگا رہی تھی۔ ہاتھ میں موجود بوسیدہ اخبار اور اس
پردوج سطریں آج بھی اسی طرح تازہ تھیں جس طرح زندگی
ایک روگ بن کر رہ گئی تھی۔

.....☆☆.....

رہسپشنسٹ کی ڈیک پر کھڑی نازک سی لڑکی کی خردولی
انگلیاں بہت تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ کانوں میں
ایئر پوڈ لگائے وہ مسلسل کچھ گنگنائے میں مصروف تھی۔ گداز
گلابی ہونٹوں کی حرکت نے اسے چونک کر دیکھنے پر مجبور کر دیا
تھا جو اپنے ارد گرد سے بے نیاز سر جھکائے اپنی ہی دھن میں
توجہ سے کام میں مصروف تھی۔ کب وہ اٹھ کر اس کی ڈیک
تک آ گیا اسے خبر ہی نہیں ہو سکی تھی۔

الماس دھیمی آواز میں گنگنائی اپنے خیالوں میں مجھتی جبکہ
کسی کی پر شوق نگاہیں کافی دیر سے اس کے حسین چہرے کا

”کچھ دیر بعد آپ کو اعتراف کے لیے بلایا جائے گا لہذا آپ سامنے والی نشست پر بیٹھ کر اپنی ہاری کا انتظار کریں۔“ وہ ابھی مزید کچھ اور بھی کہنا چاہ رہی رہا تھا کہ اس کی ہاری آ گئی۔

”ہمو کے۔۔۔۔۔“ وہ سر کو ٹم دے کر اپنی جلی کی ٹاٹ درست کرتا آفس کی جانب بڑھ گیا۔

ملاس کچلے ایک سال سے اس کچلی میں رہ رہا تھا۔ اس کے فریض سر ابھام دے رہی تھی آج دلاور کے گھر والوں نے اس کا رخصتے کرنا تھا۔ اسی لیے صبح سے اس کا موڈ خاصہ خوش گذرتا۔

☆

ملاس اور دلاور کی ملاقات ایف بی کے ڈرامہ ہوتی تھی اور روز ان کی بات چیت کب چاہت میں بدل گئی پتا ہی نہیں چلا۔ ملاس کا سلسل ایک پسماندہ خاندان سے تھا جبکہ دلاور اپنے رئیس باپ کی انگوٹھی بولا تھا۔ ملاس اور دلاور کے تعلقات ایک طویل عرصے سے قائم تھے مگر دلاور ہر بار شاہی سے انکار کرتا تھا۔ وجہ ان دونوں کے درمیان حائل خاندانی معیار کا

فرق تھا مگر ملاس اس سے شاہی کے لیے ہاضمہ تھی۔ بلا غر دلاور کو اس کی ضد کے ہار ماننا ہی پڑی اور آج شام کو وہ اس کا ہاتھ مٹھانے اپنی والدہ کے ساتھ اس کے گھر آ رہا تھا۔

ایک ایک ہی موسم نے انکو ملایا تھی اور اب بھی ہارش نے دیکھے ہی دیکھے ہی ہواؤں کے ساتھ اندھی کی کل ہار کر لی تھی۔ ہارش میں بھی شدت آ گئی تھی۔ وہ چاہنے کے باوجود تاخیر کا انتظار ہو گئی تھی۔ وہ کافی دیر سے بس بسٹاپ پر کھڑی بس کا انتظار کر رہی تھی مگر بس کا کبھی نام نشان تک نہیں تھا اور وہ صدمہ صرف دھند بھیلی ہوئی تھی۔ دقت تھا کہ پر لگا کر اڑتا ہی چلا جا رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔ ہارش کی شدت میں کمی آتی دیکھ کر وہ پیدل ہی گھر کی جانب چل دی۔ ہارش میں بھگنے اور سردی کی وجہ سے پورا وجود کانپ رہا تھا۔ جب ہی سامنے سے آتی تھیں ان کو چند میاں سے والی روشنی اپنے قریب آتی محسوس ہوئی۔ اس سے قبل وہ اس غیر روشنی سے بچنے کے لیے ایک طرف ہوتی ایک دین چھری سے اس کے قریب رک گئی اور دوسرے ہی لمحے کسی نے ایک جھکے سے اسے تھمیت کر دین کے اندر بیٹھا لیا تھا۔ سڑک ہارش کے



لگائے۔ جس کی وجہ سے گاڑی چڑچڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ایک جھٹکے سے رک گئی تھی۔
 ”پلیز میری مدد کیجئے، اس لڑکی کو اسپتال لے کر جانا ہے، اس کی جان خطرے میں ہے۔“ دندو کی جانب آتا وہ التجائیہ انداز میں بولا۔

”آپ پیچھے بیٹھیں جلدی سے۔“ وہ کوئی اللہ کا نیک بندہ تھا۔ وہاں شکر یہ ادا کرتا جلدی سے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔
 ”اسپتال پہنچ کر اس لڑکی کو فوری ایمر جنسی میں لے جایا گیا۔ لڑکی کا چہرہ پوری طرح سے بگڑ گیا تھا۔ جیسے کسی نے چہرہ فوج ڈالا ہو..... کچھ ہی دیر میں پولیس بھی وہاں آ گئی تھی۔ کچھ گھنٹوں کی تفتیش کے بعد اسے گھر جانے کی اجازت مل گئی مگر وہ لڑکی ابھی تک ایمر جنسی میں تھی۔

کئی گھنٹوں کے انتظار کے بعد ڈاکٹر نے اس کے کمرے میں جانے کی ہولناک خبر سنائی تھی۔ لڑکی کے گھر والوں میں کسی کا کوئی پتا نہیں تھا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق اس لڑکی کا رپ کیا گیا تھا۔ اس کیس میں حد سے زیادہ مداخلت اس کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی تھی۔ لہذا وہ جھکے قدموں سے اپنے گھر واپس لوٹ گیا تھا۔

دو دن بعد پولیس کو اس لڑکی کے خاندان کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا مگر وہ دوبارہ اسپتال نہیں گیا تھا۔ اتوار کا اخبار بیڈ پر پھیلائے وہ اپنے لیے نوکری تلاش کر رہا تھا کہ جب ہی اچانک اس کی نظر دوسرے صفحے سے جھلکتی ایک لڑکی کی بڑی سی تصویر پر پڑ گئی تھی۔ جہاں اس آفس والی لڑکی کا چہرہ واضح نظر آرہا تھا۔ وہاں کے ہونٹ بے ساختہ مسکراہٹ آئی مگر جیسے ہی نظر دوسری تصویر اور خبر پڑی اسے اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔

اس زوردار بارش میں برباد ہونے والی ہستی اور کوئی نہیں بلکہ الماس بیک ہی تھی جس سے پہلی ملاقات آفس میں ہوئی تھی۔ خبر کے مطابق جس کا رپ کر کے سڑک کے بیچ بیچ پھینک دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی دوسری تصویر اسی رات کی تھی۔ جب وہاں اسے اسپتال لے کر گیا تھا۔ آنکھوں کے آگے ایک دم اندھیرا چھا گیا تھا۔

”مزید خبر پڑی تو یہ انکشاف ہوا کہ اس کی ماں اور ایک چھوٹے بھائی نے بہن کے بارے میں جان کر زہر کھا کر خود کشی کر لی تھی۔ وہاں کی نگاہوں میں بے ساختہ ہی الماس کا

باعث بالکل ویران تھی۔ اس کی کھٹی کھٹی سی چیخ وہیں دم توڑ گئی تھی۔ چار نقاب پوشوں کو دیکھ اس کے حواس کام کرنا چھوڑ گئے تھے مگر اس کی مسلسل مزاحمت کی وجہ سے ایک نقاب پوش کا چہرہ بے نقاب ہو گیا اور یہی وہ گھڑی تھی جب الماس کے دماغ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

☆.....

وہاں آج صبح سے مختلف بینکوں اور کمپنیوں میں انٹرویو دیتا اور اپنی سی دی ڈراپ کرتا تھا کہ ہاراشام کو بارش میں بھیکتا ہوا گھر جا رہا تھا۔ تیز بارش کے باعث اس کی خستہ حال ہائیک جواب دے گئی تھی۔ جھپٹے ایک گھنٹے سے گھنٹوں گھنٹوں پانی میں ہائیک کو کھینچتا وہ غر حال ہو گیا تھا۔ ابھی وہ سامنے کی سڑک سے ہوتا ہوا دوسری سڑک پر آیا ہی تھا کہ اس کی نظریں اچانک سامنے کی جانب اٹھیں جہاں سڑک کنارے لوگوں کا جھوم تھا۔
 ”یا اللہ خیر.....“ دل میں پہلا خیال ہی بارش کے باعث کسی جانی نقصان کا آیا تھا۔ ہائیک کو ایک طرف کھڑا کر کے وہ دوڑ کر جھوم کو چیرتا نزدیک آیا۔ جہاں سڑک کے کنارے کسی لڑکی کا بے ہوش وجود پڑا تھا۔ وہ جھٹ گھنٹوں کے بل اس کے نزدیک بیٹھ گیا تھا اور اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اس کی بغض چیک کی جہاں زندگی ابھی باقی تھی۔

”اس کی سائیں چل رہی ہیں، ہمیں اسے اسپتال لے کر جانا چاہیے۔“ وہاں سب تماشائی بنے لوگوں کو دیکھ کر امید سے بولا۔

”یہ پولیس کیس ہے..... پولیس کو اطلاع کر دی ہے، پولیس بس آتی ہی ہوگی۔“ سب ہی فوراً پیچھے ہو گئے تھے۔

”اتنی دیر میں تو یہ مر جائے گی۔“ وہاں ان کی بزدلی پر چنچا۔

”تو ہمدردی کے چکر میں ہم جیل چلے جائیں کیا۔ اللہ جانے کون ہے، کہاں سے آئی ہے، پتا نہیں کس کی عزت ہے، نا جانے کس نے اس لڑکی کو یہاں پھینک دیا ہے۔“ ان میں سے ایک شخص بدمعاشی سے بولا۔

وہاں نے سب پر ایک آنسوؤں بھری نگاہ ڈال کر جلدی سے اس کا بے ہوش وجود اٹھا کر اسپتال لے جانا چاہا مگر دور دور تک کوئی ٹرانسپورٹ نظر نہیں آ رہی تھی۔

”جب ہی دور سے ایک گاڑی آتی نظر آئی۔ وہاں فوراً گاڑی کے سامنے آ گیا۔ گاڑی میں موجود شخص نے فوراً بریک

اس روز والا ہنستا مسکراتا چہرہ مگھوم گیا مگر اب اس کا چہرہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ پوری جبر پڑھ کر وہ اپنے اوپر ضبط نہ رکھ سکا اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے تھے۔

وہاج اپنی حالت پر قابو پانا جلدی سے گھر سے باہر نکل گیا، وہ جلد از جلد اسپتال پہنچنا چاہتا تھا۔ آخر ان چند گھنٹوں میں ایسا کیا ہوا تھا جو ایک ہنستی مسکراتی لڑکی زندہ لاش بن گئی تھی۔

آئی سی یو میں داخل ہو کر وہ اس کے بیڈ کے نزدیک آیا، وہ سخت رنج میں مبتلا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ جب ہی اسے اس کی پلکوں میں جنبش سی محسوس ہوئی تھی۔ وہاج نے ہڑبڑا کر ساتھ کھڑی نرس کو ریکارڈ آج پندرہ دن بعد اس کے مردہ وجود میں کوئی حرکت ہوئی تھی جو شاید ہستیا ہستہ ہوش میں آ رہی تھی۔ نرس فوری باہر کی جانب بھاگ گئی تھی۔

ڈاکٹروں نے اسے باہر نکال دیا تھا۔ وہ پہلے ہی بہت مشکل سے اعدا آسکا تھا۔ کچھ دیر میں پولیس الیکار بھی اس کا بیان ریکارڈ کرنے کے لیے آئی سی یو میں آ گئے تھے۔

الماس نے پولیس کو بیان دیتے ہوئے جن لوگوں کا بتایا تھا ان میں سے ایک چہرہ دلاور عبید کا بھی تھا جو شہر کی ایک مہذب شخصیت کا بیٹا تھا۔ اس وقت وین میں چار افراد موجود تھے۔ مسلسل مزاحمت کرنے کے باعث الماس کی نظر اس ایک چہرے پر پڑ گئی تھی جس نے اس کے جسم سے جان تک کھینچ لی تھی۔ مسلسل رحم کی بھیک مانگتی وہ دلاور کا چہرہ دیکھتے ہی حواس کھو بیٹھی تھی۔ ان انسانی درندوں نے اپنا کام پورا کرتے ہی اسے بے جان ہوتا دیکھ کر بیچ سڑک میں ہی پھینک کر بھاگ گئے تھے۔

الماس بیک اپنی زندگی میں انجامے میں کسی غیر پر کیے گئے بھروسے کے باعث اس عبرت ناک انجام کی سختی سہری تھی اور اب اس میں مزید ذلت برداشت کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی، اپنے مجرم کا نام لکھواتی وہ ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سو گئی تھی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ اور وکلم کے بیان کے تحت دلاور عبید کے ساتھ ساتھ باقی گروہ کے تمام لوگوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ میڈیا پر یہ بات جنگل میں آگ کی مانند پھیل گئی تھی۔ دلاور کا باپ جو دہلی میں تھا فوری وطن لوٹا آیا مگر جب تک بہت دیر ہوئی تھی۔

دلاور نے الماس کی موت اور اپنے خلاف ملنے والے تمام تر ثبوت کے تحت پولیس کو اپنا بیان ریکارڈ کروا کر سارا سچ اگل دیا تھا۔ انجامے میں دلاور سوشل میڈیا کے ایک ایسے گروہ کا حصہ بن گیا تھا جہاں معصوم لڑکیوں کو درغلا کر گھر سے نکلنے پر مجبور کیا جاتا اور انہیں اپنے کئی برے کاموں میں استعمال کیا جاتا تھا۔

الماس کی تربیت تھی اور کچھ دلاور کے دل میں خوف آ گیا تھا جو وہ اسے ہر بار بہکانے میں ناکام رہا تھا مگر گروہ کے باقی لوگوں کے پریشر میں آ کر آج اس نے الماس کے گروہ ایسا جال بنا تھا کہ وہ خود ہی اس میں پھنس گئی تھی۔ احساس جرم کے تحت دلاور نے اپنا گناہ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ باقی تمام گروہ کا پتا بھی بتا دیا تھا۔ عدالت میں اس کے باپ نے اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا مگر رانی اپنے انجام کو پہنچ گئی تھی اور انجامے کئی الماس جیسی لڑکیاں تھیں جن کی انہوں نے زندگی برباد کر دی تھی۔ آج الماس کے ساتھ ساتھ سب کو انصاف مل گیا تھا۔

ایک دن کی، ایک انجینی لڑکی سے ملاقات نے وہاج کی زندگی پر گہرے نشان چھوڑ دئے تھے جو ہر بار اسے اسی تکلیف سے دوچار کرتے تھے۔ جیسے وہ آج سے دس سال پہلے ہوا تھا۔ ”وہاج..... آپ اس فضول سے اخبار کو پکڑ کر کیا کر رہے ہیں؟ پھینکیں اسے اور باہر آئیں۔ اتنی تیز بارش ہو رہی ہے، چائیں موسم کا لطف اٹھاتے ہیں۔“ وہ یوں ہی بیٹھا تھا جب ہی اس کی بیوی نے کمرے میں داخل ہو کر اسے ماضی کی سوچوں سے باہر نکالا اور ساتھ ہی وہ اخبار لے کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا تھا۔ وہ ایک نظر بھینکتے اخبار پر ڈال کر باہر لان کی جانب بڑھ گیا جبکہ وہ اخبار بارش کے پانی کے ساتھ ختم ہوتا چلا گیا۔ کچھ تکلیف دہ یادوں کا جڑوں سے ختم ہونا بہت ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ تاحیات تکلیف سے دوچار رہتی ہیں۔

